وفیات

ایک عاشقِ قرآن کی وفات حسرت آیات

مولانا محمد اسماعیل ریحان

۱۶ برس پہلے کی وہ رات میری نگاہوں میں سمائی ہوئی ہے۔ کتنا دل افروز سماں تھا، کیا روح پرور منظر تھا۔ ہاں! وہ میری زندگی کے حسین ترین دن تھے...... یہ رات انہی دنوں کے یادگار لمحات کو اپنے سموئے ہوئے تھی، یہ ۱۹۹۲ء کی بات ہے، زندگی میں پہلی بار عمرے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور وہ بھی اپنے شیخ حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی کی معیت میں۔ اہل دل کا قافلہ تھا، حضرت کے منتسبین اور معہد الخلیل الاسلامی کے اساتذہ وطلبہ کا کارواں تھا۔ عمرہ کرنے اور کچھ دن مکہ معظمہ میں گزارنے کے بعد، مدینہ منورہ حاضری کا موقع ملا۔ وہیں ماہ رمضان شروع ہوگیا۔ مسجد نبوی کی رونقیں اب کسی لحظہ کم نہ ہوتی تھیں، ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا تھا، صرف رات ایک بجے سے تین بجے تک رش کم ہوتا، مگر ایسے میں عالم اسلام کے کونے کونے سے آنے والے عجیب عجیب خدارسیدہ لوگ ریاض الجنۃ اور صفہ کو آباد رکھتے تھے۔ مسجد کے مختلف گوشوں سے تلاوت کی پست آوازیں ابھر کر ایک سرور آور ترنم بکھیرتی رہتی تھیں۔ اس رات ہم کچھ طلبہ معمول کے مطابق، ریاض الجنۃ میں بیٹھے تلاوت کر رہے تھے، کہ کچھ دوسرے ساتھی تیزی سے ادھر آئے اور بولے: ''جلدی کرو! وہاں قاری طاہر رحیمی صاحب قیام اللیل میں تلاوت فرما رہے ہیں''۔

''قاری طاہر رحیمی......'' یہ نام سنتے ہی میں چونک اٹھا۔ لڑکپن سے میں یہ نام سنتا آرہا تھا، اپنے استاد مکرم حضرت قاری محمد یٰسین صاحب (دارالعلوم کراچی) سے اکثر ان کا ذکر سنا تھا۔ دونوں حضرات کو مجدد قرأت حضرت قاری رحیم بخش صاحب کے خاص الخاص شاگرد اور داماد ہونے کا شرف حاصل تھا۔

پانی پتی قراء کے حلقے میں حضرت قاری طاہر رحیمی کے بے مثل حافظے، علمی قابلیت اور قرآن مجید کی خدمت کے بارے میں حیرت انگیز واقعات مشہور تھے، جنہیں سن کر مجھے اس نابغۂ روزگار شخصیت کی زیارت کا بے حد اشتیاق تھا۔ حضرت قاری صاحب کی بعض شہرۂ آفاق کتب مثلاً کمال الفرقان (شرح جمال القرآن) اور رہنمائے اساتذہ، وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد میری عقیدت میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

کئی بار سوچا کہ ملتان جا کر ان کی خدمت میں حاضری دوں، مگر موقع نہ مل سکا۔ پھر سنا کہ وہ مدینہ منورہ

چلے گئے ہیں اور وہیں قیام پذیر ہوکر قرآن وحدیث کی خدمت میں مشغول ہیں۔اس کے بعد ملاقات کی امید اور مدھم ہوگئی۔اس مبارک رات کو جب ساتھیوں کی زبانی سنا کہ وہ مسجد نبوی میں قریب ہی موجود ہیں تو بے اختیار اٹھ کر اس طرف چل پڑا، حضرت قاری صاحب ریاض الجنۃ سے آگے مسجد کی موجودہ محراب کے قریب تلاوت فرمار ہے تھے، چند عشاق قرآن جو دنیا کے مختلف خطوں سے تعلق رکھتے تھے، ان کی قرأت سننے کے لئے وہاں جمع ہو گئے تھے۔

جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت قاری صاحب رکوع کر چکے تھے۔معلوم ہوا کہ وہ نماز تراویح کے بعد طویل ر وں میں مسلسل قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں۔اس وقت رات کے دو بج چکے تھے، اب تک یہ سلسلہ جاری تھا۔ہم نے قاری صاحب کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا، جب وہ فارغ ہوئے تو اپنے قریب بیٹھے غیر ملکی نوجوان سے عربی میں کہا ''قرآن مجید سناؤ''۔اس نے تلاوت شروع کردی، وہ بڑے پرسوز لہجے میں پڑھ رہا تھا۔قاری صاحب پوری توجہ سے سنتے رہے، ہمیں محسوس ہوا کہ جیسے یہ لڑکا ان کا شاگرد بلکہ خادم خاص ہے، حالانکہ قاری صاحب اس سے بالکل واقف نہیں تھے، اس کا اندازہ ہمیں تب ہوا، جب اس نے تلاوت ختم کی، تب قاری صاحب نے اس سے عربی میں پوچھا: "من این انت؟" (آپ کہاں کے ہیں؟) ''موریطانیہ''، اس نے بہت د مر لہجے میں جواب دیا۔قاری صاحب یکدم چونک گئے، اور اردو میں بولے ''ارے تو ملتان کا ہے؟'' وہ مسکرایا اور دوبارہ ذرا بلند آواز سے بولا: ''موریطانیہ''۔''اچھا اچھا! موریطانیہ......'' قاری صاحب بھی مسکرائے۔ہم حیران ہو رہے تھے کہ قاری صاحب کے ہاں قرآن مجید کی سماعت پہلے ہے اور تعارف بعد میں، یہ قرآن مجید سے عشق نہیں تو اور کیا تھا۔

موقع پا کر ہم بھی آگے بڑھے اور حضرت قاری صاحب کو اپنا اور اپنے مدرسے کا تعارف کرایا۔معہد کے بعض اساتذہ کرام بھی وہاں آگئے تھے۔قاری صاحب سب سے ملے اور بے حد خوشی کا اظہار کیا۔میں سوچ رہا تھا کہ قاری صاحب کی وجد آفریں تلاوت سننے کا کبھی موقع نہیں مل سکا اور آج کے بعد خدا جانے دوبارہ ملاقات ہوسکے گی یا نہیں، اس سعادت سے کیوں محروم رہا جائے، تب میں نے ہمت کر کے کہا: حضرت ہم آپ کی تلاوت سننا چاہتے ہیں اور وہ بھی دیگر قرأت میں''۔''ضرور! کون سی روایت میں سناؤں'' وہ انکساری سے بولے۔ ''بروایت ورش''۔

''بہت خوب!'' قاری صاحب نے سر جھکا لیا اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ ایک سادہ مگر دلنواز طرز میں سورۃ النجم کی تلاوت شروع کردی۔ماحول پرنور کی ایک چادر تن گئی، جیسے ملائکہ نے اس محفل کو گھیر لیا ہو، جیسے رحمت وسکینہ نازل ہو رہا ہو۔مسجد نبوی، محراب مسجد، روضہ اطہر کی قربت، حضرت قاری صاحب کی پرسوز تلاوت اور

امام ورش کی روایت کا مسحور کن صوتی اتار چڑھاؤ، یوں لگ رہا تھا جیسے قرآن مجید کے صفحے کھل رہے ہیں، آیات نازل ہو رہی ہیں اور ان آیات کے پس منظر میں واقعۂ معراج، قدم بقدم ہمارے سامنے سے گزرتا جا رہا ہے۔ جب حضرت قاری صاحب تلاوت سے فارغ ہوئے تو یوں لگا جیسے ہم کسی خواب سے بیدار ہوئے ہوں۔ یہ پہلی اور آخری ملاقات تھی۔

چند سالوں بعد جب میں دورہ حدیث میں تھا، حدیث کے موضوع پر ان کی کتابوں کے مطالعے کا موقع ملا، تب معلوم ہوا کہ حدیث پر ان کی نظر دورِ حاضر کے بڑے بڑے محدثین سے کم نہیں تھی۔ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا تھا کہ فن حدیث میں قاری طاہر رحیمی صاحب کی قابلیت اتنی ہے کہ وہ عالم اسلام کے ممتاز محدث کے طور پر متعارف ہو سکتے تھے، کسی بین الاقوامی اسلامی درسگاہ کے شیخ الحدیث بن سکتے تھے، مگر انہوں نے گوشہ نشینی کے ساتھ خدمت قرآن میں لگے رہنے کو ترجیح دی۔ خواص میں سے بھی بہت کم لوگوں نے ان کے مقام کو پہچانا۔ کوئی تو وجہ تھی کہ شیخ القراء قاری فتح محمد صاحب نے وصیت نامے میں اپنی تمام کتابیں انہی کو دینے کی تاکید کی تھی اور کوئی تو بات تھی کہ حضرت مفتی محمود صاحب ہر سال رمضان میں تراویح کے لئے انہی کو خصوصی طور پر بلوایا کرتے تھے۔

حضرت قاری صاحب ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے تھے، حضرت قاری رحیم بخش صاحب کے فیض تربیت نے ان کو چمکایا اور قرآن مجید کا عاشق بنایا، چنانچہ باقاعدہ عالم دین بننے کے باوجود آپ نے تدریس قرآن کو اپنایا، جو بلاشبہ سب سے افضل تعلیم ہے۔ آپ جامعہ خیر المدارس اور جامعہ قاسم العلوم ملتان میں طویل عرصے تک حفظ و تجوید کے شعبے میں سرگرم عمل رہے، پھر معصوم شاہ روڈ ملتان پر مسجد باب الرحمت میں مدرسہ اشاعت القرآن قائم کیا۔ ۱۹۸۹ء میں آپ مدینہ منورہ منتقل ہو گئے اور وہاں زیادہ تر تصنیفی و تالیفی خدمات انجام دیتے رہے۔ اتوار ۲۴ جمادی الآخرة ۱۴۲۹ھ، ۲۹ جون ۲۰۰۸ء کو آپ طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ ۷۰ برسوں پر مشتمل آپ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت کا خاصا سامان ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی خدمات کے لئے قبول کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے، اور ان کے پس ماندگان کو اس اجر عظیم سے نوازے، جو صبر و تحمل کرنے والے اہل ایمان کے لئے موعود ہے۔

☆☆......☆☆